بائبل کے "اوفیر" کی تعیین

از: جناب عبدالباری صاحب - ایم اے
موسیٰ بنی مائنز - ضلع سنگبھوم

(۱)

معارف بابت اگست دسمبر ۱۹۶۳ء میں جناب انوار احمد صاحب سوپاروی کے مضمون "سوپارہ" کی دو قسطیں شائع ہوئی تھیں۔ فاضل مقالہ نگار، انوار احمد صاحب سوپاروی کی تحقیق سے متفق نہیں ہیں اور اسی بنیاد پر موصوف نے یہ مضمون حوالہ قلم کیا ہے۔

مضمون بہرحال محققانہ ہے اور محنت وکاوش سے مرتب کیا گیا ہے اسی بنیاد پر برہان میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

سوپارہ پر مختصر تبصرہ | معارف اگست و ستمبر ۱۹۶۳ء میں جناب انوار احمد صاحب سوپاروی کے مضمون سوپارہ کی دو قسطیں نظر سے گذریں۔ جہاں تک قدیم سوپارہ کی تحقیق کا تعلق ہے موصوف کی کاوش لائق ستائش ہے۔ اس سے بھی انکار نہیں کہ ہندوستان سے عربوں کے قدیم تعلقات تھے اور سوپارہ کا نام اس سلسلہ میں آتا ہے۔ لیکن جن دلائل اور دیگر محققین کے جن بیانات پر سوپارہ کو بائبل کا "اوفیر" ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ قوی نہیں معلوم ہوتے۔ لہذا غلط فہمی کے ازالے کی خاطر میں کچھ قابل غور دلائل۔ اشارات و تاریخی حوالے پیش کرتا ہوں جن کی روشنی میں ممکن ہے "اوفیر" کی تعیین ہو سکے تبصرے کے بعد اوفیر کی تعیین پر بحث ہوگی۔

دوسری قسط (معارف ستمبر ۱۹۶۳ء) میں ڈاکٹر سیس (DR. SAYCE) کی تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ قدیم شہر اُر کی کھدائی میں ہندوستان کی ایک عمارتی لکڑی شیشم برآمد ہوئی ہے اور اس کا انگریزی نام 'TEAK' لکھا ہے! — اوّل تو شیشم کو انگریزی میں 'SISOO' کہتے ہیں۔ دوئم یہ کہ انگریزی 'TEAK' کی لکڑی اُردو میں 'ساگون' کہلاتی ہے جسے عربی میں 'ساج' کہتے ہیں۔ موصوف نے خود ہی مضمون کی پہلی قسط (معارف، اگست ۱۹۶۳ء) میں ابن خردازبہ کی کتاب "المسالک والممالک" کا حوالہ دیتے ہوئے راجہ ملیبار کے دیس کے متعلق "بلاد الساج" (ساگون کا دیس) کا تذکرہ کیا ہے۔ مغربی گھاٹ میں جو ساگون پایا جاتا ہے اس کی برآمد کے لیے ہندوستان میں سب سے بڑی بندرگاہ کالی کٹ ہے۔ فون کریمر کی جرمن کتاب کے ایک باب کے ترجمہ "مسلمانوں کی صنعت حرفت۔ زراعت۔ تجارت" میں خلیج فارس کی قدیم بندرگاہ "اُبلہ" کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ "یہیں ساج (ساگون) کی لکڑی کے گودام تھے جو ہندوستان یا افریقہ کے ساحلوں سے آتی تھی۔ یہاں اس لکڑی کی بہت قدر تھی۔ جہاز اسی کے بنتے تھے اور مکانوں کی تعمیر میں بھی یہ خرچ ہوتی تھی"۔

نیبوچد نضر (NEBUCHADNEZZAR) (۶۰۴ ق م) کے محل میں ہندوستان کی لکڑی دیودار کا ایک بڑا شہتیر بھی ملنے کا حوالہ دیا گیا ہے! — ہندوستان سے دیودار (اور وہ بھی ہمالیہ پہاڑ کی پیداوار جس کا لے جانا بھی آسان نہ تھا۔ البتہ ساحل پر اگر ہوتا تو شاید آسان ہوتا) اتنی دور لے جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ دیودار اسی قرب وجوار میں پہلے سے مل رہا تھا۔ لبنان کے پہاڑوں سے بہت پہلے ہی حضرت سلیمانؑ نے دوسری لکڑیوں کے علاوہ کافی مقدار میں دیودار بھی حاصل کیا تھا جس کے حوالے بائبل میں موجود ہیں۔

بائبل کے باب پیدائش کے جس حوالہ میں 'سیفر' کا لفظ پیش کیا ہے وہ 'سیپارہ' یا 'سوپارہ' تو شاید ہو سکے لیکن 'اوفیر' نہیں۔ صحیح حوالہ یوں ہے، سام بن نوح کے خاندان کو گناتے ہوئے لکھا ہے "اور حورام اور اوزال اور دقلہ اور عوبال اور ابی مائیل اور سبا اور اوفیر اور حویلہ اور یوباب پیدا ہوئے۔ یہ سب بنی یقطان تھے۔ اور ان کی آبادی میسا (MESHA) سے مشرق کے ایک پہاڑ سفار (SEPHAR) کی طرف تھی" پیدائش ۱۰: ۲۷-۳۰

ـــــ دیکھئے اسی حوالہ میں دو الفاظ اکٹھا آئے۔ اُوفیر اور سِفار۔ اُوفیر ایک قبیلہ کا نام تھا اور سِفار ایک پہاڑ اور مقام کا جو مشرق میں تھا۔ ظاہر ہے کہ سفار۔ سیپارہ یا سُوپارہ تو بن جاتا ہے مگر اوفیر نہیں بن سکتا۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے ارض القرآن کا جو حوالہ دیا گیا ہے اس میں اسی قبیلہ اُوفیر کو بنو افیر لکھا گیا ہے اور پھر اسی سے غلط فہمی میں اُوفیر کو یمن کی قدیم بندرگاہ بتا دیا گیا! طوفان کے بعد نوح کے خاندان کے بچے ہوئے لوگ جب مشرق کی طرف سفر کرتے کرتے ملک سِنعار (SHINAR) میں پہونچے تو بابل شہر کی بنیاد ڈالی (پیدائش ۱۱:۱-۹) اسی خطہ میں اس وقت فرات کے مشرقی ساحل پر سِفار (SIPPAR) کا شہر موجود تھا جو موجودہ بغداد سے تقریباً پچیس میل جنوب کی طرف اور بابل سے تقریباً ساٹھ میل شمال کی جانب تھا)۔ اس وقت کے ایک اور شہر شورپاک (SHURU PAK) کا وجود نقشہ پر ملتا ہے جو لارسہ سے تقریباً پچاس میل شمال مغرب کی طرف تھا۔ ظاہر ہے بائبل کا حوالہ غالباً اسی سِفار (SIPPAR) کی طرف ہوگا! بنی اسرائیل کی بابل کی اسیری کے بعد آشور کے بادشاہ شالمانازار سوئم نے بابل اور کوتہ اور عوا اور حمات اور سِفروائم (SEPHARVAIM) کے لوگوں کو کنعان میں سامریہ کے شہروں میں بسایا تھا (۲۔ سلاطین ۱۷: ۲۴)۔ یہ بیان بھی اس امر کی تائید کرتا ہے کہ یہ سب مقامات دجلہ و فرات کے آس پاس ہی تھے۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی ہمعصر ملکہ سبا تھی جس کی مملکت یمن و حبشہ کا ایک حصہ تھی۔ اسی ملکہ یمن نے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں کچھ بیش بہا نذرانے پیش کئے تھے۔ اگر اوفیر۔ یمن ہی کی بندرگاہ ہوتا تو پھر حضرت سلیمانؑ کو اوفیر سے سونا لانے کے لیے عصیون جابر میں اتنے بڑے بیڑے کے بنانے کی ضرورت نہ پڑتی! دوسری بات یہ کہ یمن کی بندرگاہ سے عصیون جابر (ایلہ) تک کی مسافت اتنی کم ہے کہ اس میں تین سال کی مدت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (جس کا تذکرہ بائبل میں ہے)!

'سوفر' کو عہد قدیم میں مصری زبان میں 'ہندوستان' کے لیے استعمال ہوتے ہوئے بتایا گیا ہے! لیکن اس سلسلہ میں کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ـــــ جہاں تک مجھے معلوم ہے عبرانی زبان کے سوفیر (ספר) کا مادہ سفر (ספר) ہے جس کے معنی کھودنا (زمانۂ قدیم میں پتھروں پر

کھود کر لکھتے تھے)۔ لکھنا اور کتابت ہے۔ (چنانچہ قرآن میں اسی کا حوالہ "ذیمحل اسفاراً" کے الفاظ میں آیا ہے) اور "سوفیر" کاتب کو کہتے ہیں۔ خصوصاً کاتب سلطان کو۔ اسی سے آج کا لفظ "سفیر" (AMBASSADOR) ہے۔ البتہ یہ بات قابل اعتبار ہو سکتی ہے کہ "سیفار" چونکہ "سیپارہ" یا "سوپارہ" بندرگاہ کے پیچھے تھا اس لئے "سوپارہ" سے مراد ہندوستان لیا جانے لگا ہو۔ جس طرح "سندھ" سے "ہند" سمجھا جانے لگا تھا

موصوف لکھتے ہیں کہ "اگر "اوفیر" عربستان یا افریقہ کا ساحلی بندرگاہ ہی ہوتا تو اتنی طویل مدت (بائبل کے مطابق ۳ سال) کی کیا ضرورت تھی؟" ___ اس پر آگے تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔ یہاں صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ اگر "سوپارہ" کی بندرگاہ ہی "اوفیر" ہوتا تو تین سال کی مدت ہرگز نہ لگتی! خلیج فارس میں بصرہ سے ۷ دن کی مسافت پر "سیراف" کی قدیم بندرگاہ تھی۔ چوتھی صدی ہجری کے سیاح بزرگ بن شہریار کے بیان سے ثابت ہے کہ سیراف سے تھانہ (ممبئی) تک کی مسافت تقریباً ۱۱ دن میں طے ہوا کرتی تھی۔ اور تیسری صدی ہجری کے مشہور سیاح سلیمان تاجر کا بیان ہے کہ سیراف کے بعد جہاز عمان کی بندرگاہ "مسقط" (MUSCAT) پر لنگر انداز ہوتے تھے اور وہاں میٹھا پانی لے کر ہندوستان کے کولم مل (موجودہ ٹراونکور میں ہے) ایک مہینہ میں پہونچتے تھے (بحوالہ عرب و ہند کے تعلقات ___ علامہ سید سلیمان ندوی) کیا ان بیانات سے یہ تخمینہ نہیں لگایا جا سکتا کہ تیسری چوتھی صدی ہجری میں عصیون جابر سے اگر کوئی جہاز مسقط، ہوتا ہوا ممبئی کے پاس "سوپارہ" جاتا تو زیادہ سے زیادہ ۳ ماہ لگتا! لہٰذا جانے اور آنے میں ۶ ماہ۔ اگر زمانۂ سلیمانؑ کی طرف پیچھے جائیں تو بہت سست رفتاری کے پیش نظر اگر اس مدت کو تین گنی بھی کردی جائے تو محض ڈیڑھ سال ہوتے ہیں اور اگر ۶ ماہ، جہاز پر مال لادنے و مہیا کرنے میں بھی تصور کر لیا جائے تو پوری مدت ۲ سال سے زائد نہ ہونی چاہئے۔

جو اشیاء "اوفیر" کی بندرگاہ سے حضرت سلیمانؑ کے دربار میں جاتی تھیں ان پر تفصیلی بحث آگے آئے گی یہاں صرف اتنی بات سمجھنے کی ہے کہ "صندل" سونا۔ ہیرے اور دیگر قیمتی جواہرات نہ صرف

ہندوستان میں پائے جاتے تھے بلکہ بہت بڑی مقدار میں افریقہ میں بھی پائے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ افریقہ کا کمبرلی (KIMBERLEY) دنیا کا سب سے بڑا ہیرے کا خزانہ تسلیم کر لیا گیا۔ اسی طرح سونے کے لیے بھی وہاں کے کئی مراکز قدیم سے معروف و مشہور تھے۔ علاوہ بریں ہندوستان میں سونے کے لیے سوپارہ سے کہیں زیادہ مشہور میسور تھا (جہاں کولار گولڈ فیلڈ آج بھی موجود ہے)۔ جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے زمانہ میں عرب کے دو سیاحوں (وصاف اور رشید الدین) نے ساحل کارومنڈل کے بارے میں (جو معبر کے نام سے مشہور تھا) لکھا ہے کہ "یہاں کی پیداوار یں عراق، خراسان، شام، روم اور یورپ تک جاتی ہیں۔۔۔۔ ۶۹۲ھ (۱۲۹۳ء) میں یہاں کا راجہ (دیوار) مر گیا اور اس کی دولت اس کے وزیروں، مشیروں اور نائبوں (موبلوں) میں بٹ گئی اور شیخ جمال الدین کو جو اس کا جانشین ہوا۔ کہتے ہیں کہ سات ہزار بیلوں کا بوجھ سونا اور جواہرات ہاتھ آئے۔" (عرب و ہند کے تعلقات۔ علامہ سید سلیمان ندوی) اسی کارومنڈل کو جب علاؤ الدین خلجی کے سپہ سالار ملک کافور نے ایک دفعہ فتح کیا تو اس کو سرکاری خزانہ سے دوسری چیزوں کے علاوہ "۹۶ ہزار من سونا اور پانچ سو من موتی اور جواہرات ملے" (اس زمانے میں من چودہ سیر کا ہوتا تھا)۔ میسور سے ملحق نیلگری پہاڑ صندل کے درختوں کے لیے مشہور ہے۔ آثر کی کھدائی سے ایسے زیورات بھی ملے ہیں جو ایک ایسے ہرے قیمتی پتھر (AMAZONITES) کے بنے ہوئے ہیں جو نیلگری پہاڑ یا سائبیریا کے پہاڑوں سے نکالے گئے ہونگے۔ اور قدیم میں ان سارے مقامات سے عراق کے تعلقات قائم تھے۔

حضرت سلیمانؑ نے عبادت خانہ میں جو سونا لگایا اُس کے لیے بائبل میں ایک جگہ (۲۔ تواریخ ۳:۶) لکھا ہے کہ وہ سونا پروائم کا سونا تھا "And the Gold was Gold of parvaim" اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے موصوف نے لکھا ہے کہ سنسکرت لفظ پرو (بمعنی پورب) ہے اس لئے گویا یہ ہندوستان کا سونا تھا۔ پورو (पूर्व) کے معنی علاوہ پورب کے اور بھی ہیں۔ یعنی پہلے کا۔ آگے کا۔ پرانا، پچھلا۔ سابق۔ گزشتہ قدیم۔ پراچین۔ اور یہی مفہوم یہاں چسپاں ہوگا کیونکہ جو سونا خدا کے گھر میں پہلے پہل لگایا گیا تھا وہی پہلے کا سونا تھا جو داؤدؑ سے حضرت سلیمانؑ کو ملا تھا

جس کا ذکر بائبل میں موجود ہے۔ سلیمانؑ کے والد بزرگوار حضرت داؤدؑ نے اپنی وفات سے قبل اپنے لڑکے کو وصیت کرتے ہوئے اس طرح اظہار کر دیا تھا کہ "دیکھ میں نے مشقت سے خداوند کے گھر کے لیے ایک لاکھ قنطار سونا اور دس لاکھ قنطار چاندی اور بے اندازہ پیتل اور لوہا تیار کیا ہے کیونکہ وہ کثرت سے ہے اور لکڑی اور پتھر بھی میں نے تیار کئے ہیں اور تو ان کو بڑھا سکتا ہے" (۱۔ تواریخ ۲۲: ۱۴) وہ سارا ذخیرہ جو داؤدؑ نے سلیمانؑ کے سپرد کیا اس کو جمع کرنے سے پہلے ساری جماعت کے سامنے ایک اپیل کی تھی جسے سن کر لوگوں نے خوشی سے خدا کے گھر کے لیے سونا چاندی اور جواہرات پیش کئے اس اپیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے پاس اوفیر کا سونا کس مقدار میں موجود تھا جو غالباً ان کے دوست حیرام بادشاہ سے وصول ہوا ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے بقیہ سونا دوسرے مقامات کا تھا ورنہ خصوصیت سے صرف مخصوص مقدار کے لیے اوفیر کا نام نہ لیا جاتا لیکن پارویم سونے میں یہ بھی شامل تھا۔

"یعنی تین ہزار قنطار سونا جو اوفیر کا سونا ہے اور سات ہزار قنطار خالص چاندی عمارتوں کی دیواروں پر منڈھنے کے لیے" (۱۔ تواریخ ۲۹: ۴) اسکندریہ کے ایک محقق کی تحقیق ([illegible]) کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ حضرت نوحؑ کی کشتی میں "ساج" نامی لکڑی استعمال کی گئی تھی جو مغربی ہند کی وساگ کی یعنی ساگون لکڑی ہے۔ اس کے متعلق صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ۱۹۵۵ء میں سفینۂ نوحؑ کی جدید ترین دریافت ایک تجربہ کار فرانسیسی فرنینڈ ناوارا (FERNAND NAVARRA) اور اس کے گیارہ سالہ بچہ کے ذریعہ ہوئی جس مہم سے حاصل کردہ پانچ فیٹ کے لکڑی کے ٹکڑے کے متعلق (جس کی موٹائی آٹھ دس انچ تھی اور جس کا وزن پچاس پونڈ تھا) مختلف تجربہ گاہوں کی اطلاعات کے مطابق معلوم ہوا کہ "یہ شاہ بلوط کی لکڑی ہے جو مشرق وسطیٰ میں پائی جاتی ہے۔ تجربات کے بعد یہ بھی پتہ چلا کہ یہ لکڑی کوئی ۵ ہزار سال پرانی ہے۔ (سہ روزہ 'دعوت' مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۵۵ء) اور یہ لکڑی شاہ بلوط کے درمیان سے کاٹی گئی ہے جس کا تنا کم از کم ۲۵ انچ موٹا ہوگا۔ یہ ٹکڑا فرانس پہونچا تھا اور ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو پیرس سے یہ اعلان شائع ہوا تھا کہ وہاں کے قدیم شاہی محل میں اس کی نمائش ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء سے ہوگی۔ جو غالباً ختم ہوئی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ناوارا (NAVARRA) کی یہ تمنا کب پوری ہوتی ہے کہ وہ ایک زبردست مہم لے کر

کوہ جودی پر جائے اور پانچ ہزار سال پرانی کشتی کے سارے ڈھانچے کو اٹھا لائے! بائبل کے اندر جہاں کشتیٔ نوحؑ کے بنانے کا ذکر ہے وہاں خدا نے نوحؑ سے کہا کہ "تو گوپھر کی لکڑی (GOPHER WOOD) کی ایک کشتی اپنے لیے بنا" (پیدائش ۶: ۱۴) گوپھر کی لکڑی کے متعلق انگریزی لغت میں صرف یہ لکھا ہے کہ یہ لکڑی نوح علیہ السلام کی کشتی بنانے میں استعمال کی گئی تھی، بائبل ہی میں بلوط کا ذکر بھی آیا ہے جسے انگریزی میں 'OAK' کہا گیا ہے (" بسن کے بلوط سے ڈانڈ بنائے حزقی ایل ۲۷: ۶) جس سے صور کے فنیقی پتوار بناتے تھے۔ پتہ نہیں گوپھر کی لکڑی اور بلوط ایک ہی تھا یا الگ الگ۔ البتہ بلوط کو عبرانی میں 'الون' کہتے تھے

مختلف کتابوں، مورخین، عرب سیاحوں اور سنگی کتبوں کا حوالہ پیش کرتے ہوئے موصوف نے بہت سے نام پیش کئے ہیں جو سوپارہ کے لیے استعمال کئے گئے تھے مثلاً سپار، سوپارگ، شپارک سوپیرا، شپارا، سپارکا، شرپاک، سوپارا، سادپارا، سیبور، سیبر، سوپاسا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ابوالفداء نے اپنے سفرنامہ میں اسے 'سوفالہ' لکھا ہے۔ اور اگر کتابت کی غلطی سے یہ 'سوفالہ' پڑھ لیا گیا تو یہ بھی سوفارہ' رہا ہوگا! ــــ علاوہ دوسری مشابہتوں کے ان ناموں میں شروع کے حروف 'س' اور 'ش' مشترک ہیں جو ٹھیک سوپارہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ صرف ایک نام موصوف نے 'آدپارا' لکھا ہے جس اکیلی بے وزن دلیل کو بائبل کے 'اوفیر' کے سامنے رکھ دیا۔ حالانکہ خود ہی موصوف نے لکھا ہے کہ سوپارہ ہی کے کچھ مقامی لوگ سوپارہ کو 'ہوپارا' یا 'اوپارا' کہتے ہیں! اور 'سوفالہ' تو خود ایک قدیم بندرگاہ جزیرہ مڈغاسکر کے پچھم میں افریقہ کے مشرقی ساحل پر تھی۔ البیرونی کے کتاب الہند حصہ دوم سے بات واضح ہوجاتی ہے "سومنات کی شہرت اس وجہ سے ہوئی کہ وہ سمندر میں نکلنے کے راستہ کا ایک گھاٹ اور سفالۂ زنج (زنجبار) اور چین کے درمیان آمدورفت کرنے والوں کی ایک منزل ہے"۔ یعنی زنجبار کی طرف سے سفالہ سے چین کو اور سفالہ کو چین سے جانے والے سیاحوں کے لئے منزل ہے۔

باقی آئندہ